۸ جون ۱۹۷۳ء

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر
آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی بیس پیسے

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۲

اداریہ

گجرال کمیٹی سے

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
(غالبؔ)

گجرال کمیٹی کے تقرر کو ڈیڑھ سال کے لگ بھگ زمانہ ہوگیا۔ گجرال صاحب اردو کے ہمدرد ہیں اور ان سے بجاطور پر ہم یہ توقع کرسکتے ہیں کہ وہ اردو کی بقا اور ترقی کی راہ میں جو بھی مشکلات اور رکاوٹیں ہیں انھیں دور کرنے کی پرزور سفارش کریں گے۔ کمیٹی میں سرکاری ممبروں کے علاوہ ایسے ممبر بھی خاصی تعداد میں ہیں جو اردو کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہیں اور ملک و قوم کو جن کے خلوص اور نظر دونوں پر بھروسہ ہے۔ اس لئے ہمیں گجرال کمیٹی کی رپورٹ کا بے چینی سے انتظار ہے۔ ہمارے نزدیک آزادی کے پچیس سال گزر جانے پر بھی ہندی کی ریاستوں میں اردو کے ساتھ بے انصافی ہورہی ہے اور اس معاملے میں اترپردیش کی حکومت سب سے زیادہ قابل الزام ہے۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ حال میں اس حکومت کے رویے میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے اور اترپردیش اردو اکیڈمی نے بھی اپنا کام شروع کردیا ہے مگر ابھی تک بات وعدوں اور اعلانات سے آگے نہیں بڑھی ہے اور اردو میں ابتدائی تعلیم، اردو میں ثانوی تعلیم، اور اردو کے سرکاری کاموں میں استعمال کے سلسلے میں جو کچھ ہوا ہے وہ کسی طرح قابل اطمینان نہیں کہا جاسکتا۔ بہار، مدھیہ پردیش، ہریانہ، راجستھان اور دہلی میں بھی حالات بہت کم بدلے ہیں۔ دوسری ریاستوں میں اردو کے خلاف اتنا تعصب نہیں مگر دفتری نظام کی بے حسی اور بے عملی کے مظاہرے برابر سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس لئے اردو کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی کا پورا حال معلوم کرنے کے لئے کسی ہفت خواں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں نہ اس کے لئے بہت طویل مدت درکار ہے۔ اگر لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی رپورٹوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے، ریاستوں سے صحیح اعداد و شمار مل جائیں اور اردو دوستوں کے ترجمانوں پر، خصوصاً انجمن ترقی اردو ہند نے جو یادداشت بھیجی ہے اس پر نظر ہو تو پوری تصویر سامنے آسکتی ہے۔ گجرال کمیٹی سے ہم نہ صرف صورت حال کے پورے احساس کی توقع کرتے ہیں بلکہ یہ بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ اسے بدلنے اور اردو کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے عملی تجاویز بھی پیش کرے گی اور فروعی باتوں پر اکتفا نہ کرے گی بلکہ بنیادی نکتے تک جائے گی۔

یہ بنیادی نکتہ کیا ہے؟ ہماری زبان میں ہم کئی بار کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جب تک اُن ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ آبادی ہے، اردو کو سرکاری زبان تسلیم نہیں کیا جائے گا، اُس وقت تک اردو کے ساتھ انصاف نہ ہوسکے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاستی حکومت کے اعلانات، عام طور پر گلدستۂ طاق نسیاں ہوتے ہیں، مقامی افسران کی اس سے بڑا نہیں کرتے.

اس سلسلے میں اُن سے کوئی باز پرس نہیں ہوئی بلکہ اب تو یہی یہ شبہ ہوتا جا رہا ہے کہ شاید یہ ریاستی حکومتیں چاہتی ہی نہیں کہ اردو کے ساتھ انصاف ہو۔ اگر وہ چاہتیں تو ان کے لئے کوئی مشکل نہ تھا کہ دستور کی دفعہ ۳۴۵ کے ذریعہ سے سرکاری زبان ایکٹ میں مناسب ترمیم کر دیتیں۔ آخر یہ دفعہ دستور میں بلا وجہ تو نہیں رکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ہندی سے برابری اور انتظامی دشواریوں کا عذر محض عذر لنگ ہے۔ ریاست کی ایک بڑی اقلیت کا اطمینان اس کی سیرت و شخصیت کی نشو و نما، اس کا قومی زندگی میں بھرپور تعاون، ادب کی ترقی کے امکانات، اور پوری ریاست کی سماجی اور تہذیبی ترقی کے امکانات ایسی برکتیں نہیں ہیں جن کو نظر انداز کیا جا سکے۔ اس لئے اب تک اتر پردیش اور دوسری ریاستوں میں اردو کے ساتھ مسلسل بے انصافی ایک ایسی غلطی ہے جو ہندوستانی جمہوریت کے بہی خواہ بھی معاف نہ کر سکیں گے۔ ہماری سیاسی تاریخ کا یہ کیسا بڑا عجوبہ ہے کہ دستور ہند میں تو بار بار ترمیم ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی مگر ہندی ریاستوں میں دس اور چالیس کا فارمولا اب تک ایک پہاڑ بنا ہوا ہے جسے سرکایا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح دستور سازوں نے اپنی دور اندیشی سے دفعہ ۳۴۷ میں یہ گنجائش پیدا کر دی تھی کہ صدر جمہوریہ اپنے اختیار سے اُن ریاستوں میں جہاں کوئی لسانی اقلیت قابل لحاظ تعداد میں ہے، اس کی زبان کو بعض مقاصد کے لئے جن کی صراحت ہو گی سرکاری زبان قرار دے سکتا ہے۔ اب اگر اتر پردیش میں چھیاسی لاکھ، بہار میں پچاس لاکھ، آندھرا، مہاراشٹر اور میسور میں تیس لاکھ سے اوپر آبادی قابل لحاظ نہیں ہے تو قابل لحاظ کے کیا معنی ہیں؟ آج صورت حال یہ ہے کہ مرکز میں جو سیاسی پارٹی برسر اقتدار ہے، اُسی کا راج تامل ناڈو کو چھوڑ کر سبھی ریاستوں میں بھی ہے۔ اس لئے مرکز آسانی سے ریاستی حکومتوں کو ہدایت کر سکتا ہے۔ اپنی زبان میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم، ہر بچے کا حق ہے اور یہ اسے ہر حال میں ملنی چاہیے۔ یہ تعلیم اُسی وقت مل سکے گی جب دفعہ ۳۴۷ کے ذریعہ سے اردو کو ان علاقوں میں سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ گجرال کمیٹی اگر یہ سفارش نہیں کرتی اور ضمنی اور فروعی معاملات تک ہی جاتی ہے تو وہ اپنے فرض سے غفلت برتے گی۔ کمیٹی کو اپنا فرض انجام دینا چاہیے، پھر یہ حکومت کا کام ہوگا کہ وہ ان سفارشات پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ ہندوستان کی اردو بولنے والی دو کروڑ چھیاسی لاکھ کی آبادی کی نظر اس وقت گجرال کمیٹی کے مبروں پر ہے۔ اردو کی اکیڈمیاں، ترقی اردو بورڈ اور دوسرے سرکاری ادارے اپنی اپنی جگہ مفید ہیں مگر ان کی افادیت محدود ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اردو میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا تسلی بخش انتظام ہو اور اردو کے چلن کے راستے سے رکاوٹیں دور ہوں۔ اردو میں اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں ملیں اور اردو پڑھنے والوں کو روزگار کے مواقع حاصل ہوں اور یہ سب باتیں صرف اُسی وقت ہوں گی جب اردو کو سرکاری زبان تسلیم کیا جائے گا۔

ایک ساس ہر وقت بہو کے سر پر سوار رہتی تھی۔ بہو کو گھر داری کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ ایک دفعہ ساس کو کسی مجبوری سے کسی رشتے دار کے یہاں جانا پڑا۔ چلتے وقت اُس نے چابیاں بہو کو دیں اور کہا کہ یہ اپنے پاس رکھو، مگر کوٹھری اور سنگھٹے کو ہاتھ نہ لگانا۔" یہی حال ہماری حکومت کا ہے۔ اردو کے لئے لمبی چوڑی سہولتوں کے وعدے ہوتے رہتے ہیں مگر معاملے کی بات کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ یہی بات یہ ہے کہ ہمیں خالی خولی ہمدردی نہیں چاہیے، ہمیں عمل چاہیے۔ ہم باتوں سے بہت بہل چکے۔ اب ہم صرف کام کی بات صرف معاملے کی بات سننا چاہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ گجرال کمیٹی کام کی بات کرتی ہے یا نہیں۔

اقبال کا ایک مخطوطہ

پٹنہ۔ اردو کے مشہور شاعر جناب جگناتھ آزاد نے یہاں ایک استقبالیہ تقریب میں انکشاف کیا کہ علامہ اقبال کی نظم "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کا علامہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ علامہ اقبال کے مخطوطات کی ایک نمائش جلد ہی ہندوستان کے متعدد شہروں میں کی جائے گی۔ •نامہ نگار

دور آفریدی کی نئی کتاب کی اشاعت

اردو کے مشہور ادیب و شاعر دور آفریدی کی نئی کتاب "ادبی اقدار" شائع ہو گئی ہے۔ یہ لسانی تحقیقی ثقافتی اور تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے۔

قیمت تین روپے۔ ملنے کا پتہ اردو ریسرچ اکاڈمی گھیر عثمان خاں رامپور۔ نامہ نگار

ناگپور یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری

امین چند شرما کو ان کے مقالے "اردو رباعیات کا تاریخی اور تنقیدی مطالعہ" پر ناگپور یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری دی ہے۔ اس مقالے میں کئی اہم رباعی گو شعرا کو پردۂ خفا سے منظر عام پر لایا گیا ہے۔ فارسی رباعی گو شعرا کے اردو تراجم کا بھی اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ •نامہ نگار

ثمین عظیم آبادی

مسز شیباستی ٹوپو
ایک محبّ اردو آدی باسی خاتون

چھوٹا ناگ پور اردو مرکز[1] میرا ایک سہانا خواب تھا جسے ملک کی تقسیم نے خواب پریشاں بنا دیا۔ اب اس کی یاد کرب اور ایک سعی رائیگاں کی یاد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لیکن ایسا حادثہ صرف میرے ساتھ نہیں، ہر روز کتنے لوگوں کے خواب بکھرتے رہتے ہیں۔

لیکن باتیں بھولی بھی نہیں جا سکتیں اور خاص کر ان لوگوں کو بھول نہیں سکتا جو میرے اس جنون میں شریک تھے۔ اگر بھول جاؤں تو احسان فراموشی ہوگی۔ یہ شخصیتیں بڑی نہیں تھیں، مجھ جیسی معمولی شخصیتیں تھیں لیکن ان سے مجھے خلوص ملا، رفاقت ملی، محبت ملی۔ ایسی شخصیتوں کو کیسے کوئی بھول سکتا ہے۔ ایسی ہی سیدھی سادی، منکسر، پرخلوص اور بے ریا شخصیت مسز سماوتی ٹوپو کی تھی۔ رانچی کی گھنی آبادی میں ایک معمولی شخصیت جنھوں نے بڑی شخصیت بننے کی کبھی کوشش نہیں کی، بلکہ موقع بھی ملا تو خاموشی کے ساتھ الگ ہو گئیں۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی ہدایت کے مطابق میں نے رانچی میں اردو مرکز قائم کیا اور آدی باسیوں میں اردو زبان کو پھیلانے اور مقبول بنانے کا کام شروع کیا۔ تو ایک بڑی دشواری سامنے آئی، آدی باسیوں کو اردو کس طرح پڑھائی جائے۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی اور وہ یہ کہ اگر کوئی آدی باسی ہی اردو پڑھائے تو میرا کام آسان ہو جائے لیکن مشکل یہ تھی کہ اس وقت چھوٹا ناگپور میں اردو کا چلن کم تھا۔ صرف مسلمان ہی اردو پڑھتے تھے۔ سرکاری دفتروں میں اس کی رسائی نہیں تھی اور تعلیم بھی کم تھی۔ البتہ وہاں کی عیسائی آبادی میں تعلیم عام تھی۔ عیسائی مشن کام کر رہے تھے اور ہر مشن کے ہر پارش (PARISH) میں اسکول تھے۔ لیکن عیسائی مشنوں نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ذریعہ تعلیم ہندی کو بنا رکھا تھا۔ سارے عیسائی ہندی پڑھتے تھے۔ پنجاب، اتر پردیش اور بہار کے دوسرے علاقوں میں عیسائی طلبہ عام طور پر اردو پڑھتے تھے۔ مگر چھوٹا ناگپور میں ایسی بات نہیں تھی اور یہ میرے لئے بڑی پریشانی کی بات تھی۔

لیکن چند ہی دنوں میں میری یہ مشکل آسان ہو گئی۔ میرے ایک مرحوم عیسائی ملاقاتی مسٹر تھیوڈور ڈنگ نے بتایا کہ دو آدی باسی خواتین ہیں جنھوں نے اردو پڑھی ہے اور دونوں میونسپل اسکول میں پڑھاتی ہیں اور ممکن ہے کہ وہ اردو مرکز کے ساتھ مل کر کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ یہ خبر میرے لئے قدرتی طور پر خوش کن تھی۔ اسی شام کو میں مسٹر تھیوڈور ڈنگ کے ساتھ مسز ٹوپو سے ملا۔ ان کی بڑی بہن مسز سیمسن بھی موجود تھیں۔ مسز سیمسن میونسپلٹی کے ہندی اسکول میں پڑھاتی تھیں، لیکن مسز ٹوپو ایک اردو پرائمری اسکول میں پڑھاتی تھیں۔ مسز ٹوپو کی عمر لگ بھگ پینتالیس سال تھی۔ بے حد سنجیدہ اور باوقار خاتون۔ ان کے شوہر مسٹر جانسن ٹوپو بھی موجود تھے۔ وہ جرمن مشن کے ہائی اسکول میں ٹیچر تھے۔ سب بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ میں نے جب اپنی غرض بیان کی تو انھوں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ دو چار دن سوچنے کا موقع دیجئے۔ اور میں واپس آ گیا۔

چند دنوں کے بعد ان سے پھر ملا تو مسز ٹوپو نے ساتھ کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ان کی بڑی بہن مسز سیمسن بھی جن کی عمر پچاس سے زیادہ ہو چکی تھی کام کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ مسز ٹوپو نے اپنی ملازمت سے استعفا دے دیا۔

مسز ٹوپو کا نام سوباستی ٹوپو تھا۔ آدی باسی خواتین میں اپنی نیکی اور سنجیدگی کی وجہ سے بے حد مقبول تھیں۔ انھیں آدی باسی مہاسبھا کے شعبہ خواتین کا صدر چن لیا گیا تھا۔ چونکہ ان کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، انھوں نے اس سے استعفا دے دیا۔ پڑھانے کے کام سے انھیں بڑی دلچسپی تھی۔ دونوں بہنوں نے دو تعلیمی مرکز قائم کئے۔ مسز سیمسن صرف شبینہ مدرسے میں کام کرتی تھیں لیکن مسز ٹوپو گھر گھر لڑکوں اور لڑکیوں کو اردو پڑھنے پر آمادہ کرتی تھیں۔ ان کوششوں سے آدی باسی لڑکے اور لڑکیوں کی کافی تعداد ان دونوں مدرسوں میں اردو پڑھنے لگی۔ اردو پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیاں عام طور پر اسکولوں اور کالج میں پڑھنے والے طلبہ تھے۔ لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

اس حقیقت کا اعتراف نہ کرنا بڑی بے ایمانی ہوگی کہ عیسائی مشنریوں نے عیسائیوں میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق بہت زیادہ بڑھا دیا تھا۔ اردو مرکز کو توقع سے زیادہ کامیابی ہونے لگی۔ پڑھنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ ان آدی باسی لڑکے اور لڑکیوں کے حروف اتنے اچھے تھے اور انھوں نے تین مہینے کے اندر اندر لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی کتابیں پڑھنے لگے، چھوٹے چھوٹے جملے لکھنے لگے۔ بابائے اردو مرحوم اتنے خوش ہوئے کہ وہ خود اسے دیکھنے کے لئے رانچی تشریف لائے اور اردو مرکز کی سرگرمیوں اور خاص طور پر مسز ٹوپو کی محنت دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔

مسز ٹوپو بے حد نیک اور خاموش طبیعت خاتون تھیں، لیکن جب کوئی اصولی بات آ جاتی تھی تو پھر خاموش نہیں رہتی تھیں، بلکہ حالات کا سخت مقابلہ کرتی تھیں۔ اس کا اظہار اس وقت ہوا جب مرکز کی سرگرمیوں کے سلسلے میں کچھ مفسدوں نے خبر پھیلائی کہ اردو مرکز دراصل اسلامی تبلیغی مشن ہے اور اردو تعلیم کے ذریعہ آدی باسیوں کو مسلمان بنانے کی کوشش ہے۔ مفسدوں کے اس پروپیگنڈے کے

[1] یہ ادارہ انجمن ترقی اردو کی نگرانی میں قائم ہوا تھا۔ اور میں اس کا منتظم تھا۔ س۔ ع۔

ب اثر پڑتا، اگر اس وقت مسز ڈوپ جنان کی طرح کٹر ہو جاتیں۔ انھوں نے عیسائیوں کے جلسے کیے۔ اُن کے گھروں میں گئیں اور انھیں حقیقت بتائی۔ انھوں نے سب سے کہا: میں خود عیسائی ہوں ہم عیسائی بچوں کو اردو میں انجیل پڑھاتے ہیں۔ قرآن نہیں اور ان کی انتھک کوششوں سے یہ فتنہ ختم ہوا۔

مسز ڈوپ نے الہ آباد کے مشن اسکول میں تعلیم پائی تھی۔ اُن کی بڑی بہن مسز سیمن اور چھوٹی بہن مسز فلورا کو نگری نے بھی۔ مسٹر انگریزی [illegible] تھے۔ اس لیے مسز فلورا کو نگری کی اردو سے دل چسپی ہم سے زمانے سے آگے نہ رہی۔ مسز ڈوپ کے والد مسٹر ہوروڈ نے خود بتایا کہ انھوں نے اپنی تین لڑکیوں کو اردو کیوں پڑھائی۔ اس وقت مسٹر ہوروڈ اسی سال سے کم کے نہ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک بار وہ کچھ مشنریوں کے ساتھ دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور الہ آباد گئے۔ وہاں انھوں نے اردو میں بائبل سنا اور پادریوں کی تقریریں سنیں اور اردو انھیں اچھی لگی۔ انھوں نے اپنی لڑکیوں کو اردو پڑھنے کے لیے الہ آباد بھیج دیا۔ اس طرح مسز ڈوپ اور ان کی دو بہنوں نے اردو پڑھی۔

مسز سیمن کا ۱۹۴۳ء میں انتقال ہوگیا لیکن مسز ڈوپ اس وقت تک کام کرتی رہیں جب تک اردو مرکز انتہائی مجبوری کے عالم میں تقسیم ملک کے بعد بند نہ کر دیا گیا۔ اردو مرکز کے ختم ہو جانے کے بعد بھی مسز ڈوپ اپنے طور پر ہر اس لڑکے اور لڑکی کو اردو پڑھاتی رہیں جس نے پڑھنا چاہا۔ ان کی پڑھائی ہوئی لڑکیوں میں بعض لڑکیوں نے اتنی ترقی کی کہ رانچی سے باہر گوبند پور اور لوہردگا میں اردو کے شعبہ درس قائم ہو سکے۔

اردو مرکز کے خاتمے کے بعد بھی مسز ڈوپ کا خلوص میرے ساتھ رہا۔ بڑی بہن کا سا سلوک کرتی رہیں۔ میں جب پٹنہ واپس آگیا تو بھی ان کے شفقت بھرے خطوط آتے رہے۔ میں ان کا ویسا ہی احترام کرتا رہا جیسے بڑی بہن کا۔

مسز ڈوپ بے حد مخلص اور محنتی خاتون تھیں۔ اپنے مذہبی عقیدوں میں بے حد سخت اور اصولوں کی پابند لیکن نہایت وسیع القلب اور روشن خیال۔ دوسرے مذہب والوں سے بھی اسی کشادہ دلی کے ساتھ ملتی تھیں جیسے عیسائیوں سے۔ پڑھنے کا شوق تھا لیکن زیادہ مذہبی کتابیں پڑھتی تھیں۔ انھیں اس بات کا بڑا دکھ تھا کہ ایک مذہب والے دوسرے مذہب والے سے نفرت کرتے ہیں۔ خدا کے نام پر خدائی مخلوق میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔

انھیں عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف کا بھی بہت رنج تھا۔ انھوں نے ایک بار کہا تھا: حضرت عیسیٰ نے دنیا کو ایک ہی پیغام دیا تھا، ایک ہی تعلیم دی تھی تو پھر یہ فرقے کہاں سے آگئے، اور مختلف ٹولیاں الگ الگ کلیساؤں کی چار دیواریوں میں کیسے بند ہو گئیں۔ ان کے ایسے خیالات سے پادری خفا رہتے تھے لیکن انھوں نے اپنے خیالات کو کبھی نہیں چھپایا۔ ان کے باپ دادا لوتھرن مشن کے پیرو تھے لیکن مسٹر ڈوپ، مسز ڈوپ، ان کے بچوں اور رشتہ داروں نے ان کے اثر سے مشن کی قید ختم کر دی تھی۔ وہ سب آزاد عیسائیوں کے سماج میں شریک ہوگئے تھے۔ جو کسی مخصوص کلیسا سے وابستہ نہیں، جس کا کوئی مخصوص پادری نہیں بلکہ ہر فرد عبادت میں امامت کی خدمت انجام دے سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی مشن کا تعلیم یافتہ اور مستند پادری ہونا ضروری نہیں۔

مسز ڈوپ کا ننھیالی خاندان سرماپا بہن سے تعلق رکھتا تھا، جو چھوٹا ناگپور کا پہلا عیسائی تھا۔ یہ خاندان اُراؤں قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، لیکن ان کے والد منڈا قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ عیسائی ہونے کے باوجود اور ایک کلیسا کے پیرو ہونے کے باوجود مختلف قبیلے آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے تھے۔ مسز ڈوپ کے والد مسٹر ہوروڈ نے پہل کی تھی اور ایک اراؤں لڑکی سے بیاہ کر لیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں میں معتوب بھی ہوئے تھے۔ وہ بڑھاپے میں بھی بڑے وسیع القلب انسان تھے۔ یہ صفتیں مسز ڈوپ کو باپ سے ورثے میں ملی تھیں۔

مسز ڈوپ بڑی عبادت گزار اور شاکر خاتون تھیں۔ خاندان بڑا تھا۔ چھ بیٹے اور ایک بیٹی لیکن آمدنی قلیل تھی۔ زندگی بس کسی طرح کٹتی جاتی تھی لیکن ان کا چہرہ کبھی میلا نہیں ہوا۔ ان کی زبان پر حالات کا شکوہ کبھی نہیں آیا۔ وہ بڑی اعلا ظرف خاتون تھیں۔

اردو زبان سے اُن کی دل چسپی غیر معمولی تھی۔ انھوں نے اراؤں اور منڈاری گیتوں کا ترجمہ بھی اردو میں کیا تھا۔ میں نے یہ ترجمہ بابائے اردو کی خدمت میں بھیج دیا تھا اور ان سے سفارش کی تھی کہ انھیں کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ بابائے اردو نے اسے شائع کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا لیکن شائع نہ ہو سکے۔ دہلی کے فسادات میں یہ مسودہ بھی برباد ہوگیا۔ اگر شائع ہوگیا ہوتا تو اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہوتی۔

میں جب بھی رانچی جاتا تھا تو ان سے اور مسز ڈوپ سے ملنے ضرور جاتا تھا۔ ۱۹۶۴ء میں ان سے لگ بھگ بارہ سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ مسٹر ڈوپ کافی بوڑھے اور بہرے ہو چکے تھے۔ مسز ڈوپ کافی کمزور ہو چکی تھیں۔ جولائی ۱۹۶۶ء میں مسٹر ڈوپ کا انتقال ہوگیا۔ مسز ڈوپ کی آخری زندگی زیادہ عبادت اور ریاضت میں گزری۔ جنوری ۱۹۷۲ء میں ملا تھا تو وہ بہت کمزور ہو چکی تھیں۔ دوسروں کی باتیں کم سنتی تھیں اور ایک جگہ بیٹھی بائبل پڑھتی رہتی تھیں۔ بینائی بھی کمزور ہو چکی تھی۔ مجھے جاتے دیکھ کر انھوں نے بہت خوش ہو کر کہا تھا: بھائی میں تو آسمانی باپ کے سامنے ہی جانے کی تیاری کر رہی ہوں۔ اور خوب ہنسی تھیں۔ جیسے انھیں اس کی خوشی تھی کہ آسمانی باپ کے پاس جا رہی ہیں۔

جون ۱۹۷۲ء میں ان کے منجھلے بیٹے ارنسٹ ڈوپ کا خط ملا۔ "ماں بہت بیمار رہتی ہے۔ اب لوگوں کو پہچانتی بھی نہیں۔" (باقی صفحہ پر)

مراسلات

ایک استفسار

محمد عوفی کے تذکرۂ لباب الالباب کو ای۔ جی۔ براؤن نے بڑی دیدہ ریزی سے مرتب کر کے ۱۹۰۳ء میں لندن سے چھپوایا تھا اس تذکرہ کی دوسری جلد میں عوفی نے خاقانی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ صفحہ ۲۲۱ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے پیراگراف میں ۱۴ سطریں ہیں جس میں ایک شعر بھی شامل ہے اس طرح نثر میں صرف ۱۳ سطریں باقی رہتی ہیں پھر خاقانی کے ایک مشہور قصیدے۔

دل من پیر تعلیم است الخ

کے دس اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اسی صفحہ پر "له ایضاً" کے عنوان سے خاقانی کے مشہور شاگرد مجیر الدین بیلقانی کے ایک قصیدہ سے ۷ شعر نقل کیے گئے ہیں۔ ان اشعار میں وہ شعر بھی شامل ہے جس میں مجیر کا تخلص موجود ہے جو درج ذیل ہے

در حضرت مجیر بفقر مدیح تو
شیریں حدیث و خوش سخن و دوستدار درست

اس شعر کے بعد یہ عبارت ملتی ہے۔

"وقتی مجیر از خدمت سلطان قزل ارسلان
تخلف نمود سلطان فرمود تا اثیر اخسیکتی و جمال
اشہری را طلب کردند و ایشان را بعز نظر خود
منظور گردانید، مجیر این قطعه بحضرت فرستاده
شاہا بدان خدای کہ آثار صنع او
جان بخشی وجودی و بندہ پروریست"
(۱۵ اشعار)

موجودہ صورت میں خاقانی کے تذکرے میں خلط مبحث ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں اس پر فاضل مرتب کی نظر پڑی تھی یا نہیں؟ بہر حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی کے کلام کا انتخاب اور مجیر کے حالات دونوں کمپوز ہونے سے رہ گئے اور خاقانی کے ایک قصیدہ کے اشعار کے بعد مجیر کے قصیدہ کے اشعار کمپوز ہو گئے جس کاغذ پر یہ اشعار نقل تھے اس پر غالباً وہ عبارت بھی رہی ہوگی جس کا حوالہ گزشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے اسی عبارت کے بعد مجیر کا قطعہ ہے جس پر غالباً مجیر کا تذکرہ تمام ہوتا ہے۔ مگر اس صفحہ پر بھی سرِ صفحہ "حسان العجم حکیم خاقانی الحقائقی" ہی درج ہے۔ ظاہر ہے کہ عوفی نے خاقانی اور مجیر دونوں کے الگ الگ حالات لکھے ہوں گے ورنہ مجیر کے اشعار اس تذکرہ میں نہ ملتے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ خاقانی کے بقیہ اشعار اور مجیر کے حالات کیا ہوئے؟ فارسی مخطوطات پر نظر رکھنے والے بزرگوں سے درخواست ہے کہ وہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں اور اگر لباب الالباب کے کسی مخطوطے میں مجیر کے مکمل حالات ان کی نظر سے گزرے ہوں تو اس سے آگاہ فرمائیں۔

• کبیر احمد جائسی۔ انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)

جناب ل احمد اکبر آبادی کا پتہ

ہماری زبان (مورخہ ۸ مئی ۷۳ء) میں جناب خاور جبلپوری کا مراسلہ میری نظر سے گزرا، جس میں جناب خاور صاحب نے حضرت ل احمد اکبر آبادی کا پتہ دریافت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے اسحٰق راشد صاحب سے ملاقات کی جنھوں نے حال ہی میں ل احمد اکبر آبادی صاحب کی شخصیت اور فن سے متعلق نثری و شعری تخلیقات کا "مجموعہ" بعنوان "ذکر اس پری وش کا" ترتیب دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آجکل وہ آگرہ میں مقیم ہیں لیکن ایک مصدقہ اطلاع کے مطابق وہ جلد ہی کلکتہ تشریف لانے والے ہیں۔ بہر حال ان کے وطن اور کلکتہ کا پتہ ذیل میں درج ہے:۔

۱۔ لطیف الدین احمد اکبر آبادی
سن ٹولہ۔ آگرہ ۳

۲۔ ل۔ احمد اکبر آبادی
معرفت لطیف اینڈ سنس
۴ کولوٹولہ اسٹریٹ، کلکتہ ۱

اس سلسلہ میں یہ اطلاع دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت ل۔ احمد اکبر آبادی پر جناب محمد ایوب خاں "تاباں" ریسرچ اسکالر علی گڑھ یونیورسٹی ریسرچ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ۲ جولائی ۷۳ء کو انھوں نے "ل احمد۔ ادب اور شخصیت" کا رجسٹریشن کرا لیا ہے۔ تاباں صاحب کا پتہ بھی ذیل میں مندرج ہے:۔

محمد ایوب خاں تاباں
معرفت نفیس، ۴/۵۹۵ بنا دیوی
ایم۔ اے۔ ایس۔ کمپاؤنڈ علی گڑھ (یو۔ پی)

• ایم۔ اے۔ نقر صدر بزم ورق و قلم

استفسار

کہا گیا ہے کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کے ہاتھوں میں آخر عمر میں رعشہ ہو گیا تھا جاننا یہ چاہتا ہوں کہ رعشے کے اثرات کس زمانے سے ظاہر ہونے لگے تھے اور تقریباً کس سال تک وہ بیکار محض ہو گئے تھے؟ پرتقوی حیدر صاحب کے مرقع غالب میں ص ۱۵۵ پر جس خط کا عکس ہے اس میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

"بیکار محض ہو گیا ہوں۔ سوائے سلام کچھ لکھ نہیں سکتا اور

(باقی صفحہ ۱۱)

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو دلی پردیش کی مجلس عاملہ کی میٹنگ

دلی: انجمن ترقی اردو دلی پردیش کی مجلس عاملہ کا جلسہ دلی سے تعلیمی مسائل پر سالانہ اجلاس کی قراردادوں کی روشنی میں منعقد ہوا۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے صدارت فرمائی۔ میٹنگ میں اس سرکلر پر بھی غور ہوا۔ جس کے مطابق ۱۹۷۷ء کے بعد ہائر سکنڈری کے امتحانات میں حساب کے پرچے اردو میں حل نہ کئے جا سکیں گے۔ گجرال اردو کمیٹی سے متعلق ریزولیوشن اور دوسرے ریزولیوشنوں کے سلسلے میں آئندہ کارروائی پر بحث ہوگی۔ طے ہوا کہ انجمن کا وفد ان ریزولیوشنوں کی روشنی میں جو متعلقہ محکموں تک پہنچا دیے گئے ہیں دلی ایڈمنسٹریشن کے چیف ایگزیکیٹیو کونسلر کے ساتھ تفصیلی بات چیت کرے۔ • نامہ نگار

چنڈی گڑھ • وزیر تعلیم پنجاب سردار امراؤ سنگھ نے اعلان کیا ہے کہ پنجاب سرکار نے ریاست میں اردو کی ترویج و ترقی کے لئے ایک گیارہ رکنی "اردو کمیٹی" قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمیٹی ہذا کے چیرمین وزیر تعلیم پنجاب ہوں گے اور اس کے کنوینر ڈائرکٹر محکمہ السنہ پنجاب۔

واضح رہے کہ انجمن ترقی اردو پنجاب کے ایک وفد نے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کرکے پنجاب میں اردو زبان کے فروغ و تحفظ کے لئے جو تجاویز پیش کی تھیں مجوزہ اردو کمیٹی انجمن کی انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے اس گیارہ رکنی کمیٹی میں انجمن ترقی اردو پنجاب کے چھ اور حکومت کے نامزد کردہ پانچ اراکین شامل ہیں۔

• سورج تنویر

اراکین کے نام ۲۲ مئی کے شمارہ میں شایع ہو چکے ہیں۔ (ادارہ)

انجمن ترقی اردو بارہ بنکی کا مشورہ

بارہ بنکی: ضلع انجمن ترقی اردو بارہ بنکی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ہوا جس میں کہا گیا کہ حکومت سے تسلیم شدہ مدارس سرکاری مالی امداد کی درخواست بیسک شکشا ادھیکاری کو بھیجیں اور ان سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کریں۔

اردو مدرسی کے خواہشمند امیدواروں کو مشورہ دیا گیا کہ اگر وہ اردو مڈل یا اردو مضمون کے ساتھ جونیر ہائی اسکول ہائی اسکول یا ادیب یا ادیب ماہر وغیرہ کی قابلیت رکھتے ہوں تو ضلع بیسک شکشا ادھیکاری بارہ بنکی کو درخواست دیں اور امپلائمنٹ ایکسچینج میں بھی اپنا نام درج کرالیں اور انجمن کو پوری تفصیل سے مطلع کر دیں۔

جلسہ نے عوام سے کہا ہے کہ جن اسکولوں میں اردو تعلیم کی ضرورت ہو ان کی تفصیل سے انجمن کو مطلع کر دیں۔ اس کے علاوہ انجمن کی بلاک اور قصباتی شاخوں سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان باتوں پر توجہ دیں۔ • نامہ نگار

پداپلی میں اردو میڈیم کی آٹھویں جماعت کی ضرورت

پداپلی: انجمن ترقی اردو پداپلی کے سالانہ اجلاس میں جونیر کالج پداپلی میں اردو میڈیم کی آٹھویں جماعت کے قیام کی ضرورت پر غور کیا گیا۔ چنانچہ ایک مجلس عمل بنائی گئی جس کے کنوینر جناب غلام محی الدین صاحب نحوی سرپنچ ترکل دی گنٹہ منتخب ہوئے۔

مجلس عمل کے لئے یہ کام تفویض کیا گیا کہ وہ جونیر کالج میں آٹھویں جماعت کے قیام کے لئے ہر ممکنہ جدوجہد کرے اور مختلف متعلقہ دفاتر میں پہنچ کر اس ضمن میں نمائندگی کرے۔

اسی سلسلہ میں ایک فینانس کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے کنوینر جناب سید رضا صاحب منتخب ہوئے۔

کمیٹی کے ذمہ یہ کام کیا گیا کہ وہ اندرون ایک ماہ آٹھویں جماعت کے قیام کے لئے ضروری سرمایہ فراہم کرے ونیز پرائمری اردو سیکشن یو پی ایس پداپلی کی عمارتوں کی درستگی کرائے ونیز انجمن کے مالیہ کو بحیثیت مجموعی مستحکم کرے۔

ایک قرارداد میں مہتمم صاحب تعلیمات کریم نگر، ناظم صاحب تعلیمات آندھرا پردیش، پرنسپل صاحب جونیر کالج پداپلی سے اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ وہ اردو میڈیم کی آٹھویں جماعت کے قیام کے لئے جلد از جلد ضروری منظوری دیں تاکہ طلبہ کا تعلیمی سال ضائع نہ ہو۔ • نامہ نگار

انجمن ترقی اردو سنگاریڈی کی نمائندگی

انجمن ترقی اردو سنگاریڈی کے معتمد نے کلکٹر ضلع ڈی۔ ای۔ او۔ سے مل کر ضلع میدک میں اردو کلاسس کے قیام اور اردو داں اساتذہ کے انتقالات سال تعلیمی سے قبل کرنے کی توجہ دلائی ونیز ضلع پریشد بلاک سمیتی کے ذمہ دار عہدہ داران کو پابند کرنے کے لئے کہا بلحاظ ضرورت اردو اساتذہ کے تبادل پر فوری عمل آوری کے لئے بھی توجہ کیا ہے انھوں نے قیام ڈگری کالج کے لئے ارباب تعلیمات کی توجہ مبذول کروانے کا بھی وعدہ کیا ہے دستور ہند کی دفعہ (۳۵۰) الف کی پابندی و عمل آوری کا تیقن بھی حاصل کیا ہے۔

• نامہ نگار

اخباروں سے تراشے

سرکاری اشتہارات کی فہرست میں چھوٹے اخباروں کی بھی شمولیت

جے پور:۔ اردو کمیٹی کے چیرمین مرکزی وزیر امور اطلاعات ونشریات جناب آئی۔ کے گجرال نے بیان پر بتایا کہ مرکزی فروغ اردو کمیٹی جولائی تک اپنی رپورٹ تیار کرلے گی۔ کمیٹی نے وزیر اعلیٰ راجستھان جناب برکت اللہ کے علاوہ ریاست کے وزیر تعلیم اور اردو کے متعدد نمائندوں کے بیانات قلم بند کیے۔ وزیر اعلیٰ اور وزیر تعلیم نے کمیٹی کو بتایا کہ اس سال راجستھان میں اردو اور دوسری علاقائی زبانوں کی بہت سی کتابیں شائع کی جائیں گی۔ وزیر تعلیم نے کمیٹی کو بتایا کہ ڈیڑھ سو اسکولوں اور کالجوں میں اردو پڑھنے کی آسانیاں حاصل ہیں۔

جناب آئی کے گجرال نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اشتہارات کی پالیسی میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اب پانچسو شائع ہونے والے اخبار کو بھی سرکاری اشتہار ملیں گے اشتہارات کی فہرست میں مزید اخباروں کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اس پالیسی سے چھوٹے اخبارات کو زیادہ فائدہ پہنچے گا۔　　　● قومی آواز، لکھنؤ

اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ

نئی دہلی:۔ آل انڈیا اردو اسمال نیوز پیپرز کونسل نے شمالی ریاستوں اور مہاراشٹر اور آندھرا پردیش میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے لئے ایک یادداشت کے ذریعہ نائب صدر جمہوریہ جناب گوپال سروپ پاٹھک سے مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو شمالی ریاستوں اور مہاراشٹر اور آندھرا پردیش میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ اور انڈین ایڈمنسٹریٹیو سروس کے امتحانات کے لئے اردو کو بھی ایک لازمی مضمون بنایا جائے۔

پرائمری اسکولوں اور کالجوں میں اردو کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور ایم۔ اے کی سطح پر اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔ نائب صدر جمہوریہ نے اس موقع پر کونسل کے وفد سے کہا کہ اردو کسی مخصوص فرقے کی زبان نہیں بلکہ ہندوستانی زبان ہے۔ دوسری زبانوں کی طرح اس کی تعلیم کے لئے بھی سہولتیں ملنی چاہئیں۔　　　● ہندوستان ٹائمز

اردو کی ترقی پر جمہوریت کی ترقی کا انحصار ہے

لکھنؤ:۔ مشہور ترقی پسند لیڈر شری بشن پال کپور ممبر پارلیمنٹ نے مدرسہ ناظمیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ اردو کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں وہ ملک دشمنی کر رہے ہیں کیونکہ اردو پاکستان کی نہیں بلکہ بھارت کی ہی ایک پسندیدہ زبان ہے اور اس کا وطن بھارت ہی ہے۔ شری کپور نے کہا ہندوستان میں ہمیشہ سے ملک کی تمام تہذیبوں اور زبانوں کو پوری طرح پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کئے جاتے رہے ہیں اردو کو بھی اپنے وطن بھارت میں پھلنا پھولنا اور ترقی کرنا ہے اس کی ترقی پر جمہوریت کی ترقی کا انحصار ہے۔　　　● سیاست، کانپور

اردو میڈیم ٹیچرز ٹریننگ

یوپی سرکار نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اترپردیش میں اردو کے ٹیچروں کو ٹریننگ دی جائے گی چنانچہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ٹیچروں کا اس سلسلے میں انتخاب بھی ہوا ہے مگر ابھی تک کسی ٹریننگ سنٹر میں اردو کی ٹریننگ کا انتظام نہیں ہوا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے احکام پر متعلقہ افسران عمل درآمد کرانے سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔　　　قومی آواز، لکھنؤ

اردو پڑھانے کے لئے تربیت

لکھنؤ:۔ اردو پڑھانے کے لئے ابتدائی درجوں کے اساتذہ کی تربیت کا ایک بندوبست رفاہ عام ٹریننگ اسکول نے کیا ہے۔ رفاہ عام اردو نرسری پرائمری ٹیچرس ٹریننگ کے دو ماہ بیچ کے لئے موسم گرما کی تعطیلات میں ٹریننگ کا انتظام کیا گیا ہے۔ خواہشمند خواتین اور اشخاص جنھوں نے کم از کم ہائی اسکول یا اس کے مساوی اردو کے ادیب وغیرہ کے امتحانات پاس کرلئے ہوں ٹریننگ میں شرکت کریں اور مزید تفصیلات اور فارم صنعت دفتر ٹریننگ اسکول سے حاصل کرسکتے ہیں۔　　　● قومی آواز، لکھنؤ

اردو انسائیکلوپیڈیا کے لئے ترقی اردو بورڈ کی امداد

حیدرآباد:۔ مرکزی وزارت تعلیم وسماجی فلاح بہبود کی جانب سے قائم شدہ ترقی اردو بورڈ نے اردو انسائیکلوپیڈیا کے کام کے لئے پہلی قسط کے طور پر ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو ایک لاکھ روپے کا ڈیمانڈ ڈرافٹ روانہ کیا ہے انسائیکلوپیڈیا کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ اس کے مدیر اعلیٰ سابق پرو وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب محمد تفضل الرحمٰن ہیں۔

● سیاست حیدرآباد

اردو پنڈتوں کی ترقیوں کے مسائل

حیدرآباد:۔ جناب محمد حمایت علی سکریٹری اسٹیٹ ٹیچرس یونین نے ایک بیان میں اردو پنڈتوں کی ترقیوں کے سلسلہ میں ناانصافی پر احتجاج کیا ہے۔ جناب حمایت علی نے کہا ہے کہ اردو پنڈت گریڈ II کی تعداد عظیم تر حیدرآباد میں ۴۴ ہے گریڈ I پر ترقی دینے کے سلسلہ

میں سینیارٹی اور معیار رکھنے والے ٹرینڈ پنڈتوں کو نظرانداز کیا گیا اس سلسلہ میں یونین نے نمائندگی بھی کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا انھوں نے تجویز پیش کی کہ اردو میڈیم فوقانی مدارس میں گریڈ I، II اور اپر پرائمری مدارس میں گریڈ II کی جائیدادیں دی جائیں تو شکایت کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے حکومت سے مسائل کی یکسوئی کے لئے اپیل کی۔

•سیاست حیدرآباد

اردو کے ٹیچر

لکھنؤ کے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس نے ایک پریس نوٹ میں جو ۲۵ رمئی کو جاری ہوا ہے بیسک اور جونیر اسکولوں میں اردو پڑھانے کے لئے استادوں اور استانیوں کی درخواستیں مانگی ہیں اور کہا ہے کہ یہ درخواستیں ۳۱ رمئی تک ان کے دفتر پہنچ جانی چاہئیں۔ یہ [illegible] کا شاہکار ہے۔ ۳۱ رمئی تک درخواستیں مانگی گئی ہیں اور ابھی تک کوئی باضابطہ اشتہار نہیں نکالا گیا ہے۔ محکمہ تعلیم کے ذمہ داروں نے ابھی تک نہیں سوچا کہ کب درخواستیں آئیں گی، کب ان کی جانچ ہوگی اور کب ٹیچروں کا تقرر ہوگا۔ ویسے حکومت اپنے ۹ رمئی کو شائع ہونے والے ایک اشتہار کے ذریعے یہ اعلان کر چکی ہے کہ جولائی ۱۹۷۳ء سے تمام شہری علاقوں کے پرائمری اسکولوں میں اردو پڑھنے کی سہولت فراہم کر دی جائے گی اس کے لئے تقریباً چار ہزار ٹیچر رکھے جائیں گے، اور ٹرینڈ ٹیچر نہ ملیں تو ان ٹرینڈ ٹیچروں کا تقرر کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ حکومت نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ ہر سرکاری اسکول میں سہ لسانی فارمولا کے تحت اردو ٹیچر کا تقرر کیا جائے گا اور تسلیم شدہ اسکولوں کے لئے بھی ایسے ہی احکام جاری کئے جا رہے ہیں۔ لیکن شاید محکمہ تعلیم کے بعض افسران ایسا نہیں چاہتے۔ اردو کے لئے جن سہولتوں کا اعلان کملاپتی جی نے کیا ہے ان کو دفتری الجھاووں میں ڈال دینا چاہتے ہیں۔ اگر جولائی تک ٹیچروں کا تقرر نہ ہوا تو لڑکے اور لڑکیاں اپنے نصاب میں اردو نہیں لیں گے اور اگر ستمبر اکتوبر میں اردو ٹیچروں کا تقرر ہو گیا تو اس وقت اردو پڑھنے والے بہت کم ملیں گے۔ اس طرح افسران کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ اردو ٹیچر غیر ضروری ہیں اردو دوستوں کو اس قسم کی شرارتوں سے پہلے بھی سابقہ پڑتا رہا ہے اور اسی تجربہ کی بنا پر اکاڈمی کے وفد نے وزیر اعلیٰ سے کہا تھا کہ وہ محکمہ تعلیم کے افسروں کی ایک کانفرنس بلا کر انھیں اردو کے متعلق اپنے احکام کی تعمیل کی تاکید کر دیں۔ وزیر اعلیٰ نے گفتگو کے دوران ہی اعلا افسروں کو ایسی تاکید کر دی تھی اور ایک وسیع تر کانفرنس بلانے کی بات بھی کہی تھی اب انھیں اعلا افسروں سے جواب طلب کرنا چاہئے اور اس بات کی واضح ہدایت جاری کر دینا چاہئے کہ جولائی میں جب اسکول کھلیں تو ان میں اردو کے لئے وہ سب سہولتیں موجود ہوں جن کا اعلان ۱۵ رمارچ کی گفتگو میں اور ۹ رمئی کے اشتہار میں کیا جا چکا ہے۔ دوسری طرف اردو دوستوں کا فرض ہے کہ وہ طالب علموں کا بندوبست کریں تاکہ سرکاری افسروں کو کوئی بہانہ نہ مل سکے۔

•قومی آواز لکھنؤ

تلگو اردو اور ہندی پنڈتوں کے تقرر کا مطالبہ

حیدرآباد۔ آندھرا پردیش پرائمری ٹیچرس ایسوسی ایشن نے سکریٹری محکمہ تعلیم سے اسکولوں کے کھلنے سے پہلے اپر پرائمری اور ہائی اسکولوں میں تلگو، اردو اور ہندی کے گریڈ I اور II تلگو پنڈتوں کی آسامیاں نکالنے کے لئے نمائندگی کی اور بتایا کہ ہر بار جب بھی اس کی جانب سے نمائندگی کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے لیکن تا حال اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس لئے پرزور خواہش کی جاتی ہے کہ حکومت اسکولوں کی بازکشائی سے قبل یہ جائدادیں اختراع کرے۔

•سیاست، حیدرآباد

(صفحہ ۴ سے آگے)

اکتوبر ۱۹۷۰ء میں رانچی پہنچا تو مسز ڈوپ کے گھر گیا، معلوم ہوا کہ مسز ڈوپ کا انتقال ۱۷ر اگست کو ہو چکا۔ ان کے لڑکے نے بتایا کہ اس نے خط لکھا تھا مگر مجھے ملا ہی نہیں تھا۔

عام لوگوں کی نظر میں مسز ڈوپ معمولی عورت تھیں۔ زیادہ سے زیادہ اردو پڑھانے والی استانی، لیکن میری نظر میں وہ عظیم خاتون تھیں اپنے اعمال اور کردار کی بنیاد پر۔ پچھتر سال کی طویل عمر پائی اور اس کا ایک ایک لمحہ انھوں نے اچھے کاموں میں صرف کیا۔

انسان کی عظمت اور کیا ہے؟

دوسرے اداروں کی خبریں

مجلس ادب بنگلور کی طرف سے گجرال کمیٹی کو یادداشت

مجلس ادب بنگلور کے ایک وفد نے بنگلور میں فروغ اردو کمیٹی کے اراکین کی آمد پر آن کی خدمت میں مندرجہ ذیل یادداشت پیش کی۔

فروغ اردو کمیٹی میں ریاست کرناٹک کو بھی نمائندگی دی جائے کیونکہ ریاست کرناٹک ایک عرصے سے اردو کی ترقی و ترویج کا مرکز مانی گئی ہے۔

ترقی اردو بورڈ میں ریاست کرناٹک کا بھی ایک نمائندہ لیا جائے۔ اردو کے معیاری ادیبوں اور شاعروں کو ساہتیہ اکاڈمی کی ریاستی شاخ کی جانب سے مختلف مدات کے تحت انعامات اور وظیفے دئے جائیں۔

ریاستی حکومتوں کی جانب سے معیاری اردو ادیبوں اور شاعروں کی بھی کتابوں پر انعامات اور وظیفے دئے جائیں۔

بنگلور یونیورسٹی میں شعبۂ اردو قائم کیا جائے کرناٹک یونیورسٹی میں فی الحال اردو اور فارسی کا ایک ہی مشترکہ شعبہ ہے لہذا دونوں شعبوں کو علیحدہ کرکے ان کے لئے ایک الگ صدر شعبہ مقرر کیا جائے۔

آل انڈیا ریڈیو بنگلور، میسور، بھدراوتی، دھارواڑ اور گلبرگہ سے روزانہ مقامی خبریں، دیہاتیوں اور کسانوں کے خصوصی پروگرام اردو میں بھی نشر کرائے جائیں۔ تمام ریاستی اسٹیشنوں سے آل انڈیا ریڈیو دہلی کی اردو خبروں کے سارے ریلے کرائے جائیں۔

ہفتہ وار اردو ادبی پروگرام کے وقت میں مزید توسیع کرائی جائے۔ آل انڈیا ریڈیو سے منعقد ہونے والے مشاعروں میں ہماری ریاست کے شعرا کو بھی مدعو کیا جائے۔

ریاستی محکمۂ اطلاعات کی جانب سے اردو اخباروں کے لئے ریاستی خبروں کو اردو میں ترجمہ کرکے فراہم کیا جائے۔ اور ایک ماہانہ اردو پرچہ شائع کرایا جائے۔

ریاستی محکمہ اطلاعات کی طرف سے ریاستی اضلاع کی کنڑی میں لکھی ہوئی تاریخی کتابوں کا اردو ترجمہ بھی کرایا جائے۔ ریاستی حکومت کے کلچرل ڈپارٹمنٹ کی جانب سے کرائے جانے والے ثقافتی پروگراموں میں اردو والوں کو بھی شریک کیا جائے۔

ریاست کے جن علاقوں میں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ تعداد ہے وہاں فہرست رائے دہندگان اردو میں بھی شائع کرائی جائے۔

اردو اور کنڑی ادب کے شہ پاروں اور تاریخ ادب کے تراجم ایک دوسری زبان میں شائع کرانے کا انتظام کیا جائے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے ترقیاتی پروگراموں کو اردو میں ترجمہ کروا کر تقسیم کروایا جائے۔

اردو مدارس اردو بولنے والی آبادی کے تناسب کو مدنظر رکھ کر کھولے جائیں اور اسی تناسب سے اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ پرائیویٹ ہائی اسکولوں اور کالجوں میں اردو اساتذہ کی تقرری کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کے لئے انھیں حکومت کی طرف سے مالی امداد دی جائے۔

اردو میڈیم ہائی اسکولوں کی اکثر نصابی کتابوں کا انگریزی یا کنڑی سے قابل مترجموں سے اردو میں ترجمہ کرایا جائے۔ اردو زبان و ادب کی درسی کتابیں ریاستی اردو ادیبوں کے مشوروں سے مرتب کرائی جائیں۔

ٹکسٹ بک کمیٹی میں ایسے اراکین بھی لئے جائیں جن کا اردو ادب میں کوئی مقام ہو خواہ وہ محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوں یا نہ ہوں۔ T.C.H. اردو میڈیم کے کالج زیادہ سے زیادہ قائم کئے جائیں۔

B.Ed. کا کورس بھی اردو میڈیم میں کھولا جائے۔

سرکاری لائبریریوں میں اردو کتابوں کے لئے موزوں رقم فراہم کرائی جائے تاکہ یہ لائبریریاں اردو کی تازہ تصنیفات حاصل کر سکیں۔ ریاست کے ہر محکمہ کو ہدایت جاری کرائی جائے کہ وہ اردو والی اقلیت کے متعلق سے لسانی اقلیتی کمیشن کی تمام سفارشات کو پوری طرح عملی جامہ پہنائے۔

• محمد منظور احمد۔ جنرل سکریٹری

یوم پرویز

بزم شہود کی جانب سے "یوم پرویز" جناب سالک لکھنوی کی صدارت میں منایا گیا۔ اس موقعہ پر مشاعرہ بھی ہوا۔ اس اجتماع میں اہل علم و ادب کی خاصی تعداد موجود تھی۔ • نامہ نگار

لوح و قلم ایوارڈ

بزم لوح و قلم (کلکتہ) کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امسال سے سب سے اچھی نئی تصنیف پر "لوح و قلم ایوارڈ" (سونے کا میڈل و رقم) دیا جائے گا۔

مصنفوں اور پبلشروں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی مطبوعہ کتاب (نثری یا شعری) کی دو جلدیں ذیل کے پتے پر ارسال فرمادیں ۲۵ر دسمبر ۷۳ء تک موصول ہونے والی کتابیں مقابلہ میں شامل ہو سکیں گی۔

• ایم۔ اے جمید لکھنوی۔ جنرل سکریٹری "بزم لوح و قلم" ۹/۲ فیر بس لین، کلکتہ ۱۳

اردو شعراء و ادباء کے لئے دو ایوارڈ

دہلی:۔ انجمن عروج ادب دہلی کے زیر اہتمام امسال بھی جناب پریم نراین اور جناب پنّالال اردو دہ نے اردو نظم کے بہترین مجموعۂ کلام اور افسانوی ادب کی بہترین تصنیف پر (جو یکم اپریل ۷۰ء سے مارچ ۷۲ء کی مدت میں طبع ہوئی ہوں) دو خصوصی انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انعامات کی رقم مبلغ پانچسو روپیہ فی انعام ہوگی۔

اردو شعراء اور ادباء سے درخواست ہے کہ اپنے مطبوعہ مجموعہ کلام و تصنیف کی پانچ پانچ جلدیں یکم جولائی ۷۲ء تک بذات خود یا بذریعہ ڈاک جناب سید علی عباس نقوی امروہوی دہلی پبلک لائبریری۔ ایس۔ پی۔ مکرجی مارگ دہلی ۶ کی خدمت میں بھجوادیں۔

ایس۔ کے۔ بجشاگر سکریٹری انجمن عروج ادب دہلی

ساحر ہوشیارپوری کے اعزاز میں تقریب

دہلی:۔ مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند نے اردو کے مستند شاعر اور انجمن عروج ادب دہلی کے نائب صدر جناب ساحر ہوشیارپوری کے مجموعۂ کلام سحر نغمہ پر مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام عطا کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ساحر صاحب کے رفقاء اور احباب نے غالب اکیڈمی میں ڈاکٹر یوسف حسین کی صدارت میں ایک تقریب کا انعقاد کیا جس میں ان کی کتاب نقرئی کور کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔ • نامہ نگار

ہند و پاک کے درمیان ادبی لین دین کی مانگ

کانپور:۔ بزم ادب کرائسٹ چرچ کالج کانپور کا سالانہ جلسہ ماہنامہ "شب خون" کے مدیر شمس الرحمٰن فاروقی کی صدارت میں ہوا جس میں اڑیسہ یونیورسٹی میں شعبۂ ریاضی کے ریڈر پروفیسر کرامت علی کرامت نے "ادب اور سائنس" کے باہمی رشتہ پر سیر حاصل بحث کی اور شمس الرحمٰن فاروقی نے اردو شاعری میں آہنگ کے مسئلہ پر تقریر کی۔

جلسہ میں ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں ہندوستان و پاکستان کے ذمہ داروں سے مطالبہ کیا گیا کہ دونوں ممالک کے درمیان رسائل و جرائد کے تبادلہ پر جو پابندی عاید ہے اس کو فوراً ختم کیا جائے اور شملہ معاہدے کے جسم کو روح عطا کرنے کے لئے ہند و پاک کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے وفدوں کا تبادلہ کیا جائے تاکہ موجودہ دور میں ادب میں جو نئے نئے تجربات اور رجحانات پیدا ہو رہے ہیں ان سے دونوں ممالک کے عوام باخبر ہو سکیں۔

• قائد حسین کوثر سکریٹری نشر و اشاعت

بزم سخن بھوپال کا سالانہ انتخاب اور مشاعرہ

"بزم سخن" بھوپال کا سالانہ اکیسواں انتخاب زیر نگرانی جناب نور محمد صاحب عمل میں آیا اور عہدیداران ذیل کا انتخاب ہوا۔ جناب مضطر صہبائی (صدر)، بشر صہبائی، صابر نیازی (جنرل سکریٹری)، خلق صہبائی (آفس سکریٹری)، سرفراز دانش (سکریٹری)، شجاع فرخی (ناظم نشر و اشاعت)، حسین نیاز (جوائنٹ سکریٹری)، امتیاز انجم (خازن)

اس کے بعد شعری نشست ہوئی جس میں ممتاز شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• شجاع فرخی ناظم نشر و اشاعت

ادارۂ زینت ادب بھوپال کی تشکیل نو

بھوپال:۔ ادارۂ زینت ادب بھوپال کو از سر نو فعال بنانے کے لئے مختلف ادبی نمائندوں، صحافیوں اور سیاسی رہنماؤں پر مشتمل ایک جلسہ میں ادارہ کی تشکیل نو کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔

۱۔ حضرت شاہد بھوپالی (صدر)
۲۔ جناب سید مشرف الحسنی (نائب صدر)
۳۔ حضرت عشرت قادری (جنرل سکریٹری)
۴۔ جناب عبدالغفور اسیر (سکریٹری)
۵۔ جناب ظاہر الاسلام (جوائنٹ سکریٹری)
۶۔ جناب محمد مختار (جوائنٹ سکریٹری)
۷۔ جناب ذوقی بھوپالی (جوائنٹ سکریٹری)
۸۔ جناب سید اقتدار علی (خزانچی)
۹۔ جناب سید اختر علی اختر (سکریٹری نشر و اشاعت)

ادارہ کی ممبر سازی کا کام جلد از جلد شروع کیا جانے والا ہے۔ اردو کے ہمدردوں اور پرستاروں سے پرزور درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اردو زبان و ادب کے تحفظ، بقا اور ترویج کے لئے ادارے کی رکنیت قبول فرمائیں۔

• سید اختر علی اختر

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

ہارٹن اینڈ ہاپر (HORTON AND HOPPER) کے "یورپین ادب کا پس منظر" کو نمونہ بنایا گیا ہوتا تو شاید کتاب کی دلچسپی بڑھ جاتی اور چند نمایاں نقائص بھی نہ پیدا ہوتے۔ زیر نظر کتاب میں انگریزی اور فرانسیسی ادب کے "اکثر" دیو قامت ادیبوں اور شاعروں کو جگہ نہیں مل سکی ہے مگر آئرلینڈ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ ملکوں کے باشندے ادیب شامل کرلئے گئے ہیں۔ کچھ مصنف ایسے بھی شامل کئے گئے ہیں جنھیں "معمار" کہنا خود ان کے ساتھ زیادتی ہے انگریزی ادب میں سوفٹ، پوپ، کیٹس، آرنلڈ، لارنس، اور ورجینیا وولف کو کسی اعتبار سے کسی ادبی تاریخ میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اسی طرح امریکی ادب میں ایمرسن اور ہنری جیمس جیسی عہد آفریں ادبی شخصیتوں کی عدم موجودگی بری طرح کھٹکتی ہے۔

کتاب کا عنوان "مغربی ادب کے معمار" ہے مگر اس میں شاعروں، ڈرامہ نگاروں، نثر نویسوں اور افسانہ نگاروں کے ساتھ خطیبوں، مورخوں اور فلسفیوں کو بھی سمیٹ لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے جب تک ہم "ادب" سے تخلیقی ادب مراد لیتے ہیں مذکورالذکر "ادیبوں" کی شمولیت کچھ زیادہ مناسب نہیں بہرحال کتاب جس نہج پر لکھی گئی ہے اس کے پیش نظر اس کا نام "مغربی مصنفین کا ایک جائزہ" شاید زیادہ موزوں ہوتا۔

ابراہیم صاحب نے اکثر جگہ ناموں کی غلطیاں بھی کی ہیں جو تلفظ کی غلطیاں کہی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر آندرے ژید ان کے یہاں "آندرے گائیڈ" ہے اور طامس مان کو انھوں نے "تھامس مین" لکھا ہے۔ مشہور یونانی مفکر ارسطو کو خواہ مخواہ "ارسطوطل" کہنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہوسکتا۔

ان خامیوں کے باوجود کتاب کی اہمیت اور افادیت مسلّم ہے۔ اردو میں اس طرز کی پہلی کتاب پیش کرکے ابراہیم صاحب نے ان اردو پڑھنے والوں کے ساتھ جو مغربی ادب کے براہ راست مطالعہ سے قاصر ہیں، خاص احسان کیا ہے۔

کتاب میں اطالوی، جرمنی اور روسی ادب پر مشتمل ابواب کافی اچھے ہیں اور ان سے ان ملکوں کے ادب کی دور بدور ترقی کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔ امید ہے "مغربی ادب کے معمار" اردو حلقہ میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی اور اس سے نئی تصانیف کے لئے راہیں کھلیں گی۔

کاغذ اور طباعت عمدہ ہے۔ کتاب کو مصنف نے خود اپنی نگرانی میں طبع کراکے شائع کیا ہے۔

"ہماری زبان"
سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔

(صفحہ ۵ سے آگے)

کوئی ایسا شخص کہ جس سے کچھ لکھواؤں اِس
چار روز میں میرے پاس نہیں آیا۔ آج اس
وقت ایک صاحب آگئے۔ ان سے میں نے یہ رقعہ
لکھوالیا۔۔۔۔"

یہ خط ۱۵ جون ۱۸۶۸ء کا ہے مرزا "بیکار محض" اِس حد تک کہ "مطلق کچھ لکھ نہیں سکتا" ایک دن میں نہ ہوتے ہوں گے اگر یہ محض مرزا کی "سخن سازی" نہیں ہے تو:

(الف) اِس کے بعد کی جتنی بھی تحریریں ان کی طرف سے ملی ہیں یا ملیں گی اُن کے "بخطِ غالب" ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

اور (ب) اِس سے کچھ پہلے کی اُن تحریروں کو بھی جن میں رعشہ کے اثرات ظاہر نہ ہوں ظاہرا "بخطِ غیر" سمجھا جانا چاہئے

اگر میرے یہ قیاسات درست ہیں تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسی تحریروں کا غالب کی طرف سے لکھوایا گیا ہونا کس طرح ثابت ہوسکا؟ یہ بات میں اِس لئے جاننا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک مرزا کے متداول خطوط میں بھی بعض یقینی کی حد تک مشتبہ ہیں۔

علی گڑھ۔ ● محمد انصار اللہ

قابل توجہ گزارش

اس بات سے خوشی ہے کہ اردو قلم کاروں کو سرکاری انعامات سے نوازا جارہا ہے۔ اب ان انعام یافتگان سے میری درخواست یہ ہے کہ وہ اپنے انعامات کی رقم کا ایک معقول حصہ اردو کی بقا و ترقی کے لئے وقف فرمائیں۔ اپنے اپنے مقامات پر کم سے کم اردو کوچنگ سنٹر یا دارالمطالعے قائم کریں یا پھر اس رقم کا کچھ حصہ انجمن ترقی اردو ہی کو دے دیں تاکہ اس رقم سے انجمن اردو کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ اور مفید کام کرسکے۔ آخر انھیں یہ انعام اردو ہی کے نام پر تو مل رہے ہیں!!

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ اقبال صدی تقاریب کا اکثر مقامات پر اہتمام کیا جارہا ہے لیکن ساری محنت صرف ایک ہی زبان میں ہو رہی ہے اور مخاطب صرف اردو والے ہی ہیں۔ حالانکہ ضرورت کا تقاضہ ہے کہ ملک کی تمام زبانوں میں تقریر بھی اور کلام اقبال کے جزوی ترجمہ کا اہتمام کیا جائے اور انعامات ان لوگوں کو بھی دیئے جائیں۔

دکن۔ ● ابن نجوری

"ہماری زبان"
کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رہے کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

تبصرے

ضیاء احمد بدایونی

تیرھویں صدی کی فارسی نثر

مرتب: ڈاکٹر ممتاز احمد
ملنے کا پتہ: ڈپارٹمنٹ آف پرشین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
قیمت: دس روپے، صفحات: ۱۸۳

ہندوستان میں تیرھویں صدی عیسوی کا زمانہ فارسی ادب کی ترقی کا دور ہے۔ اس زمانہ میں بکثرت ارباب فضل و کمال ایشیا کے مختلف ممالک سے نکل کر ہندوستان کا رخ کرتے اور اسی سرزمین کو اپنا ملجا و ماوا قرار دیتے ہیں۔ اس مہاجرت کا بڑا سبب "تاتاریوں کا فتنہ تھا جنھوں نے اپنے وسط ایشیا کے مستقر سے خروج کرکے پورے براعظم میں ایک قیامت کبریٰ برپا کردی تھی۔ دوسرا سبب سلاطین دہلی کی علمی سرپرستی کا آوازہ تھا جس کی وجہ سے دربار ہند بغداد و غرناطہ کی ہمسری کر رہا تھا۔ اس دور کی شاعری پر تو اکثر اہل قلم نے توجہ کی ہے، مگر نثر سے وہ اعتنا نہیں کی جس کی وہ مستحق تھی۔ یہ مقام مسرت ہے کہ ڈاکٹر مولوی ممتاز احمد خاں استاد شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور (ہند میں تیرھویں صدی عیسوی کی بعض اہم فارسی نثری تصانیف) شائع کی۔ یہ دراصل موصوف کا تحقیقی مقالہ ہے جو یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی اعانت سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ شروع میں پس منظر کے طور پر غزنوی عہد کی ادبی سرگرمیوں کا بیان ہے۔ پھر تیرھویں صدی کی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور ادبی مساعی پر بحث ہے۔ اس کے بعد فارسی کے اہم نثر نگاروں کے سوانح اور تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔

ڈاکٹر موصوف کی کوشش نے وقت کی ایک ضرورت کو پورا کیا ہے اور وہ یقیناً قدردانی کی مستحق ہے۔ کتاب کتابت طباعت کے ظاہری محاسن کے لحاظ سے بھی قابل قدر ہے۔ البتہ اغلاط طباعت باوجود صحت نامہ کے کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔ علاوہ بریں صفحہ ۱۰ پر ابوعبداللہ کی نسبت (التلکی) بھی مشتبہ معلوم ہوتی ہے لباب الالباب کے مصنف عوفی نے اس کو التلکی (ا ل ت ل ک ی) پڑھا ہے۔ بعض صاحبوں نے (ا ل ن ک ت ی) سمجھا ہے ہمارے خیال میں یہ النکتی ہے۔ نکت ترکستان کے ایک مقام کا نام ہے جو شاید شاعر کا اصل وطن تھا۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور مفید اشاریہ دیا ہوا ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔ کتاب مذکور شعبۂ فارسی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے مل سکتی ہے۔

محمد لیسین

مغربی ادب کے معمار

مصنف: اے محمد ابراہیم
قیمت: بارہ روپے
ملنے کا پتہ: اے محمد ابراہیم لکچرار شعبۂ اردو، گورنمنٹ آرٹس کالج بنگلور

اردو میں ادبی تاریخ نگاری جدید تنقیدی شعور اور غیر ملکی ادبی اثرات کا نتیجہ ہے۔ آزادی سے پہلے اس ضمن میں جو کوششیں ہوئی ہیں ان میں "کاشف الحقائق"، "شعرالعجم" اور "شعرالہند" وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے لیکن یہ تصانیف محض شاعری تک محدود ہیں لہٰذا ہم انھیں صحیح معنوں میں ادبی "تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے نزدیک "روسی ادب" (پروفیسر مجیب)، "فرانسیسی ادب" (ڈاکٹر یوسف حسین خاں) اور "انگریزی ادب کی تاریخ" (ڈاکٹر محمد لیسین) اس لحاظ سے وقیع کارنامے ہیں کہ ان سے نہ صرف اس سمت میں کام کرنے والوں کو روشنی مل سکتی ہے بلکہ عام پڑھنے والوں کو تقابلی مطالعہ کے ذریعہ اپنے ادب کی قدر و قیمت متعین کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ محمد ابراہیم صاحب کی تالیف "مغربی ادب کے معمار" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ بقول موصوف یہ کتاب اردو داں طبقہ کو مغرب کے ادیبوں اور شاعروں کے حالات زندگی اور ادبی کارناموں سے روشناس کرانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ مؤلف نے جس دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد اس کتاب کی ترتیب و تالیف کی ہے اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مغربی ادب کا سرمایہ جو پچھلے دو ڈھائی ہزار برسوں میں مشاہیر کی تخلیقات پر مشتمل ہے ایک بحر ذخار ہے جسے کوزوں میں بند کرنے کی کوشش کچھ زیادہ سودمند نہیں ثابت ہو سکتی۔ اس کے باوجود عام مطالعہ اور فوری حوالہ کے لئے ایک ایسی کتاب کی اردو میں سخت ضرورت تھی جو ابراہیم صاحب نے پوری کر دی ہے۔

"مغربی ادب کے معمار" کوئی تنقیدی کارنامہ نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کے ادبی مشاہیر کے حالات زندگی اور ان کی تصانیف کا سرسری جائزہ ہے۔ "تاریخ نگاری" کے اس طریقہ کی افادیت سے ہمیں انکار نہیں لیکن اگر دبا[تا]مو...

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ سے چھپوایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا